

(سورة الحديده، آيت 1)

﴿سَيِّدَ الْجَمَادِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

”اللہ کا پاک ہونا بیان کیا ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی عظمت و جلال اور اپنی لا محدود قوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات، حیوانات ناطقہ اور جمادات وغیرہ، اپنے رب کی حمد و تائش کے ساتھ، اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور ان اوصاف سے اسے منزہ قرار دے رہے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں، نیز یہ کہ تمام موجودات اپنے رب کی مطیع اور اس کے غلبے کے سامنے سر نگوں ہے۔ ان موجودات میں اس کی حکمت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ بنابریں فرمایا ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ”اور وہ زبردست با حکمت ہے۔“ اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوقات اپنے تمام احوال میں ہر لحاظ سے اپنے رب کی محتاج ہیں، اس کے لا محدود غلبہ و قہر نے تمام اشیاء کو مغلوب و مقہور کر کھا ہے اور اس کی حکمت عامہ اس کے خلق و امر میں جاری و ساری ہے۔

(سورة الحجید، آیت 2)

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحِبِّي وَيُمِيِّزُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

”اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، وہ زندگی بخنتا اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، کسی اور کی نہیں۔ دوسرا سے کسی کے پاس بادشاہی اگر ہے تو سارے آسمانوں اور زمین کی نہیں بلکہ زمین کے کسی چھوٹے سے قطعے کی تھوڑے سے وقت کے لیے اور وہ بھی اسی کی عطا کردہ اور ہر لمحے دوسروں کی محتاج۔ پھر کائنات کے سارے اختیارات کے مالک کے مقابلے میں کسی اور کی عبادت کا کیا جواز ہے؟

يُحِبِّي وَيُمِيِّزُ: اگرچہ یہ دونوں صفات ”لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ کے مضمون میں شامل ہیں، مگر انھیں خاص طور پر الگ اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ دونوں کام زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے ان تصرفات میں سے ہیں جن کی حقیقت اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور مخلوق میں سے کوئی دعویٰ بھی نہیں کر سکتا کہ ان میں اس کا کوئی دخل ہے اور اس میں قیامت کے امکان کی بھی دلیل ہے جس کا مشرک انکار کرتے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے خداوں کے باطل ہونے کی طرف اشارہ بھی ہے۔

(سورة الحديد، آیت 3)

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيهِمْ﴾

”وہی سب سے پہلے ہے اور سب سے پچھے ہے اور ظاہر ہے اور چھپا ہوا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانے والا ہے۔“

﴿هُوَ الْأَوَّلُ﴾ جس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔ ﴿وَالآخِرُ﴾ جس کے بعد کوئی چیز نہ ہوگی۔ ﴿وَالظَّاهِرُ﴾ جس کے اوپر کوئی چیز نہیں۔  
﴿وَالبَاطِنُ﴾ جس سے پرے کوئی چیز نہیں۔ ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيهِمْ﴾ اس کے علم نے تمام ظواہر و بواطن، تمام بھیدوں، مخفی چیزوں اور تمام متقدم اور متاخر امور کا احاطہ کر رکھا ہے۔

(سورة الحديد، آیت 4)

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعْكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ مَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

”وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیزوں میں میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾ ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔“ پہلا دن التوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ ﴿ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ”پھر عرش پر مستوی ہوا۔“ تمام مخلوقات کے اوپر، وہ استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے۔ ﴿يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْض﴾ انماج کا داد، حیوان اور بارش وغیرہ جو کچھ بھی زمین میں داخل ہوتا ہے، وہ اسے جانتا ہے۔— ﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ باتات، درخت اور حیوانات میں سے جو اس سے نکلتے ہیں، وہ انہیں جانتا ہے۔ ﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ﴾ آسمان سے جو فرشتے، تقدیریں اور رزق نازل ہوتے ہیں۔ ﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا﴾ فرشتے، ارواح، دعائیں اور اعمال وغیرہ میں سے جو آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے۔ ﴿وَهُوَ مَعْكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ”اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔“ یہ آیت کریمہ اللہ کے اس ارشاد کے مانند ہے۔ ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نُجُومٍ ثَلَاثَةٌ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا نَمْسَأَةٌ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرٌ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا﴾ (الجادۃ: 7/58) ”تین آدمی کوئی سرگوشی کرتے ہیں تو چو تھا وہ ہوتا ہے، پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو چھا وہ ہوتا ہے نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔“ اور یہ معیت، علم اور اطلاع کی معیت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اعمال کی جزا اوسرا کا وعدہ کیا ہے، فرمایا: ﴿وَاللَّهُ مَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال کو دیکھتا ہے جو تم سے صادر ہوتے ہیں اور یہ اچھے برے اعمال جو اس کی طرف لوٹتے ہیں، وہ تمہیں ان کی جزادے گا اور ان کو تمہارے لیے محفوظ رکھے گا۔

سلف صالحین میں سے بہت سے اہل علم نے ”وَهُوَ مَعْكُمْ“ کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر ہے اور وہ اپنے علم، رؤیت اور قدرت کے ساتھ ہمارے ساتھ ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ زیر تفسیر آیت میں ”وَهُوَ مَعْكُمْ“ سے پہلے ہر چیز کے علم کا ذکر ہے اور بعد میں ہر چیز کو دیکھنے کا۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر ہے اور وہ ہمارے ساتھ بھی ہے ہم جہاں بھی ہوں، مگر وہ زمین پر اپنی مخلوق کے ساتھ اس طرح نہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا، اسے دیکھنے والا اور اس پر پوری قدرت اور تصرف رکھنے والا ہے۔ یہ تمام صفات حتیٰ کہ لیے ثابت ہیں، مگر معیت کا معنی علم یا قدرت نہیں بلکہ یہ ذات خود ایک صفت ہے جس کی اصل کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اس لیے اس بات پر ایمان رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش پر ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہے ہم جہاں بھی ہوں۔ رہی یہ بات کہ کس طرح ہے؟ تو اس کی اصل کیفیت وہی جانتا ہے، چند یا سورج کی مثالیں صرف سمجھانے کے لیے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش کے اوپر ہے، وہ مخلوق کے ساتھ ہو سکتا ہے اور ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کی ایک اور ادنیٰ سی مثال بھی ہے کہ وہ اپنے اصل ٹھکانے میں ہونے کے باوجود ہزاروں میل دور تک موجود ہوتی ہے اور اس کا وجود سب محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معیت اور مخلوق پر موثر ہونے کے لیے یہ مثال بھی نہایت ادنیٰ مثال ہے، جبکہ اللہ کی صفات بہت اعلیٰ ہیں۔

(سورة الحديد، آیت 5)

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾

”اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ملکیت، خلیق اور عبادیت کے اعتبار سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی ہے، وہ اپنے اوامر کو نی و قدری اور اوامر شرعی جو حکمت ربانی کے مطابق جاری و ساری ہیں، کے ذریعے سے ان میں جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔۔۔ ﴿وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ﴾ تمام اعمال اور عمل کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ بندے اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے، پس وہ پاک اور نپاک کو علیحدہ علیحدہ کر دے گا، وہ نیکوکار کو اس کی نیکی کا اور بدکار کو اس کی بدی کا بدلہ دے گا۔

(سورة الحجید، آیت 6)

﴿يُوَلِّ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّ النَّهَارَ فِي الْلَّيْلِ وَهُوَ عَلَيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾

” وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کورات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی بات کو خوب جانے والا ہے۔“

﴿يُوَلِّ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّ النَّهَارَ فِي الْلَّيْلِ﴾ یعنی رات دن پر چھا جاتی ہے اور اپنی تاریکی کے ساتھ اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور انسان آرام کرتے ہیں۔ پھر دن رات پر چھا جاتا ہے، تب زمین پر چھائی ہوئی تمام تاریکی زائل ہو جاتی ہے، تمام کون و مکان روشن ہو جاتے ہیں۔ تب بندے بھی متحرک ہو جاتے ہیں اور اپنے مصالح اور معاش کے انتظامات میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کورات میں داخل کرتا رہتا ہے، ان دونوں کے درمیان، اضافے اور کمی، طول اور قصر کو ادل بدل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس سے موسم جنم لیتے ہیں اور زمانوں کا حساب درست رہتا ہے اور بہت سے مصالح حاصل ہوتے ہیں، بہت بارکت ہے اللہ جو تمام کائنات کا رب ہے جو بہت بلند، فضل و کرم کا مالک اور جواد ہے جس نے اپنے بندوں کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ ﴿وَهُوَ عَلَيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ یعنی جو کچھ تمام کائنات (والوں) کے سینوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ ہدایت کا اہل ہے، اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ ہدایت کا اہل نہیں، اس سے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

(سورة الحجید، آیت 7)

﴿اَمْنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَحْلِفِينَ فِي هٰذِهِ الَّذِينَ اَمْنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لِهِمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا، اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمھیں (پہلوں کا) جانشین بنایا ہے، پھر وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔“

1- **اَمْنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ:** سورت کے شروع سے یہاں تک اس حقیقت کے اعلان کے بعد کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز نے اللہ کا (ہر عیب اور کمی سے) پاک ہونا بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی دس سے زیادہ صفات بیان ہوئی ہیں جو یہ ہیں: ”الْعَزِيزُ، الْحَكِيمُ، لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، يُحِبُّ وَمُحِبُّٰتُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ، يُؤْمِنُ بِهِ أَيَّلٰ فِي التَّهَارٍ وَيُؤْمِنُ بِهِ أَيَّلٰ فِي الْيَلٰ“ ان صفات کے بیان کے بعد اس بات کی دعوت دی ہے کہ ان صفات کے مالک اللہ تعالیٰ پر اور اس کا پیغام لے کر آنے والے پر ایمان لا۔ اس کے مخاطب اگرچہ کفار بھی ہیں، مگر بعد میں پورے سلسلہ کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں سے خطاب ان مسلمانوں کو ہے جو ایمان لا چکے تھے، مگر ایمان کے تقاضے پورے کرنے میں کوتاہی کر رہے تھے اور جہاد فی سبیل اللہ میں جان و مال کی قربانی سے گریز کر رہے تھے۔ یہ وہی بات ہے جو سورہ نساء کی آیت (۱۳۶): ﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ اَمْنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایمان لا، اللہ پر اور اس کے رسول پر) میں بیان ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ایمان میں پختگی پیدا کرو اور اس کے تقاضوں پر عمل کرو، جن میں سے ایک بہت بڑا تقاضا اس کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

2- **وَأَنْفِقُوا:** یہاں خرچ کرنے سے مراد عام بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ اور مجاہدین و مہاجرین کی ضروریات کے لیے خرچ کرنا ہے۔ دلیل اس کی آگے آنے والی آیت (۱۰) ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اور ”فِي سَبِيلِ اللّٰهِ“ کا خاص اطلاق جہاد پر ہوتا ہے۔ دیکھیے سورہ توبہ کی آیت (۲۰) کی تفسیر۔

3- **هٰنَا جَعَلَكُمْ مُّسْتَحْلِفِينَ فِيهِ:** اس میں کئی طرح سے خرچ کرنے کی ترغیب ہے، ایک یہ کہ یہاں تمھارا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے تم سے پہلے لوگوں کو دیا تھا، اب اس نے تمھیں اس میں پہلوں کا جانشین بنادیا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ تم اس کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہو یا نہیں۔ (دیکھیے انعام: ۱۶۵) غلام کا یہ کام نہیں کہ مال کے مال کو وہاں خرچ نہ کرے جہاں وہ اسے خرچ کرنے کے لیے کہتا ہے، بلکہ اپنی مرضی سے خرچ کرتا پھرے یا جمع کرنے لگ جائے۔ دوسرا یہ کہ پہلے لوگوں کی طرح یہ تمھارے پاس بھی نہیں رہے گا۔ اگر تم نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر لیا تو یہ آخرت کے لیے تمہارا ذخیرہ بن جائے گا اور اگر تم نے خرچ نہ کیا تو کچھ اور لوگ اس میں تمھارے جانشین بن جائیں گے۔ پھر اگر انہوں نے اسے نیکی میں خرچ کیا تو وہ تم سے بہتر رہے کہ وہ مال جو تم نیکی میں خرچ نہ کر سکے انہوں نے کر دیا، تم محروم رہے اور اگر انہوں نے بدی میں خرچ کیا تو تمھاری دولت بھی ان کی بدی میں معاف

ٹھہری۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَقُولُ الْعَبْدُ مَا لِي إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالٍ ثَلَاثٌ، مَا أَكَلَ فَأَفْتَنَى أَوْ لَيْسَ فَأَبْلَى أَوْ أَعْطَى فَأَفْتَنَى، وَمَا سَوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكٌ لِلنَّاسِ)) [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنۃ لکافر: ۲۹۵۹] ”بندہ کہتا ہے میر امال میر امال، اس کے مال میں سے اس کی اپنی تو صرف تین چیزیں ہیں، جو اس نے کھایا اور فنا کر دیا، یا پہننا اور بوسیدہ کر دیا، یادے دیا اور ذخیرہ بنالیا اور جو اس کے علاوہ ہے تو یہ جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 8)

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا إِنَّكُمْ وَقَدْ أَخْذَنِي مِثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾

”اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاو اور یقیناً و تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔“

جس طرح پچھلی آیت میں ایمان والوں کو ایمان لانے اور خرچ کرنے کا حکم ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی انھیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ آخر وجوہ کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے؟ یعنی اس پر ایمان کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اس کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، حالانکہ رسول خود تمھارے درمیان موجود ہے اور بہ نفس نفس تمھیں اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاو اور اس پر یقین رکھتے ہوئے اس کی راہ میں خرچ کرو۔

جب تم نے ایمان قبول کیا تھا اس وقت اللہ نے تم سے اطاعت کا پختہ عہد لیا تھا، اسی طرح کلمہ اسلام کے ساتھ تم رسول کو بھی اپنی اطاعت کا پختہ عہد دے چکے ہو، تو اب اطاعت سے گریز اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے سے درفعہ کیوں کر رہے ہو؟

(سورة الحديد، آیت 9)

﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلْمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

”وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندر ہیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 10)

﴿وَمَا لَكُمْ إِلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَمْ يَرَأْتُ السَّيَا وَالْأَرْضَ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مَنِ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكُلُّاً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ حَمِيرٌ﴾

”اور تم تھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (کمہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

”میراث“ اصل میں اس ملکیت کو کہتے ہیں جو پچھلے مالک کے انتقال پر اس کے زندہ رہنے والے وارثوں کو ملتی ہے۔ یہ ملکیت جبری ہوتی ہے، مرنے والا چاہے یانہ چاہے، جو وارث ہوتا ہے اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

توجب یہ مال تمہارے پاس رہنے والا ہی نہیں بلکہ اس نے تمہارے ہاتھ سے لکھنا ہے اور اگر تم خرچ نہیں کرو گے تو جرم اتم سے لے لیا جائے گا، تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم اسے اللہ کی راہ میں خوشی سے خود ہی خرچ نہ کرو کہ اس صورت میں مالک بھی راضی ہو جائے گا اور جو کچھ تم دو گے اللہ کے ذمے قرض ہو جائے گا، جو بے حساب اضافے کے ساتھ تمہارے لیے محفوظ رکھے گا۔

اس طرح صحابہ کے تین درجے ہوں گے، پہلے درجے میں صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لا کر خرچ اور قیال کرنے والے سابقین اولین اور مہاجرین و انصار، دوسرا درجہ میں صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح کمہ سے پہلے بھرتوں و نصرت کا شرف حاصل کرنے والے صحابہ کرام اور تیسرا درجہ میں فتح کمہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ کرام ہوں گے، جو بھرتوں و نصرت کا شرف حاصل نہیں کر سکتے۔

فتح سے پہلے خرچ اور قیال کرنے والوں کا درجہ اس لیے بڑا ہے کہ فتح سے پہلے مسلمان تعداد میں کم اور قوت میں کمزور تھے، ان کی مالی حالت بھی بہت کمزور تھی، ان حالات میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور جہاد میں حصہ لینا دونوں نہایت مشکل اور دل گردے کے کام تھے، جب کہ فتح کے بعد یہ صورت حال بدلتی، مسلمان قوت و تعداد میں بڑھتے چلے گئے اور ان کی مالی حالت بھی پہلے سے بہت بہتر ہو گئی اور پورا جزیرہ عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگا۔ اس لیے فرمایا کہ پہلے مشکل کے دور اور بعد کے دور میں مسلمان ہونے والے اور جہاد میں خرچ کرنے والے اور لڑنے والے برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ پہلوں کا درجہ بڑا ہے۔

وَكُلَّاً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى: اس میں یہ صراحة فرمادی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اگرچہ درجے اور فضیلت میں تفاوت ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعد میں مسلمان ہونے والے صحابہ کرام کو کوئی فضیلت حاصل نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے اچھی جزا یعنی جنت کا وعدہ کیا ہے اور تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور زیارت میں تاثیر ہی ایسی تھی کہ جس شخص نے بھی ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور

ایمان پر فوت ہوا، بعد کا کوئی آدمی اس کے درجے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے سورہ فتح کی آخری آیت کی تفسیر میں مذکور حدیث، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے آدمی کی برکت و فضیلت کا ذکر ہے۔ بڑے بد نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کا شرف رکھنے والی مبارک ہستیوں سے بغض اور عداوت ہے اور وہ ان کے جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ سے آنکھیں بند کر کے ان کی معمولی لغزشوں کی وجہ سے ان پر تبرے بازی اور دشام طرازی کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَنْسِيُوا أَحْصَابَيْنِ فَإِنَّمَا أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُخْرِيٍّ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا تَنْصِيْفَهُ)) [۳۶۷۳] ”میرے ساتھیوں کو برا جھامت کہو، کیونکہ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص احمد کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو ان کے کسی شخص کے ایک مُ (آدھ کلوانج) کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے نصف کے برابر ہو سکتا ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 11)

**﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ اللَّهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾**

”کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گناہ کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔“

(سورة الحديد، آیت 12)

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشَّرَ اكْمُ الْيَوْمَ جَنَاثٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

” جس دن تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھے گا ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کی دائیں طرفوں میں دوڑ رہی ہوگی۔ آج تمھیں ایسے باغوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہو، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 13)

﴿يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُوهُنَّا نَقْبِيلٌ مِنْ نُورٍ كُمَّ قِيلَ ازْجِعُوا وَرَاءَ كُمَّ فَالْتَّمِسُوا نُورًا  
فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ سُورٌ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبِيلِهِ الْعَذَابُ﴾

” جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا منتظر کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنادی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا، اس کی اندر ورنی جانب، اس میں رحمت ہوگی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہو گا۔“

1- **يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ :**.... دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ رہنے کی طرح منافقین وہاں بھی شروع میں ایمان والوں کے ساتھ ہوں گے، مگر جب وہ اپنے ایمان کی روشنی میں جنت کی جانب روانہ ہوں گے کہ تو منافق مرد اور عورتیں ان سے کہیں گے ہمارے پاس روشنی نہیں، تم ہمیں اندر ہیرے میں چھوڑ کر اتنی تیزی سے نہ جاؤ، بلکہ تھوڑا منتظر کرو اور ہمیں موقع دو کہ ہم بھی تمھاری روشنی میں جنت کی طرف چلتے جائیں۔

2- **قَبْلَ ازْجِعُوا وَرَاءَ كُمَّ فَالْتَّمِسُوا نُورًا :** اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ان سے کہا جائے گا کہ میدان حشر جہاں جنت یا جہنم میں بھیجے جانے کا فیصلہ ہوا ہے اور جہاں سے روشنی ملتی ہے، تم وہیں واپس جاؤ اور وہاں روشنی تلاش کرو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان و عمل کی روشنی ہے جو یہاں حاصل نہیں ہو سکتی، اسے حاصل کرنے کی جگہ دنیا ہے، وہاں جاؤ اور وہاں سے یہ روشنی لے کر آؤ۔

3- **فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ سُورٌ لَهُ بَابٌ :**.... مومن و منافق یہ بتیں کہتی رہے ہوں گے کہ ان کے درمیان ایک عظیم دیوار حائل کر دی جائے گی جس سے انھیں دور سے دکھائی دینے والی مومنوں کی روشنی بھی نظر آنا ختم ہو جائے گی۔ اس دیوار کی اندر ورنی جانب رحمت ہوگی اور بیرونی جانب جدھر منافق ہوں گے، عذاب ہو گا۔ اس دیوار میں ایک عظیم دروازہ ہو گا، جس سے مومن اس کی اندر ورنی جانب چلے جائیں گے، پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا اور منافق اس سے باہر عذاب میں رہ جائیں گے۔

(سورة الحديد، آیت 14)

﴿يُنَادِيهِمْ أَلَّا يَكُنْ مَعْكُمْ قَالُوا إِنَّا وَلِكُنْكُمْ فَتَنَشَّمُ أَنفُسُكُمْ وَتَرَبَّصُمْ وَإِذْ تَبَشَّمُمْ وَغَرَّكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

”وہ انھیں آواز دیں گے کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تھیس دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور اس دغا باز نے تھیس اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔“

(سورة الحديد، آیت 15)

﴿فَالْيَوْمَ لَا يَرَى حَدْمِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَمْأُوا كُمُ النَّارِ هُنَّ مَوْلَكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾

”سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جھنوں نے انکار کیا، تمھارا اٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمھاری دوست ہے اور وہ بر اٹھکانا ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 16)

﴿أَلَّمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِيْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَّلَ مِنْ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمْدُ فَقَسَّتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾

”کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔“

(سورة الحديد، آیت 17)

﴿اَعْلَمُو اَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْرِقِهَا قَدْ بَيَّنَاهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾

”جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔“

(سورة الحديد، آیت 18)

﴿إِنَّ الْمُضَدِّقِينَ وَالْمُضَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَيْمٌ﴾

”بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گناہ دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 19)

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ أَجْرُهُمْ وَنُورٌ هُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَأَكْذَبُوا  
إِيمَانَهُمْ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾

” اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے ہاں بہت سچے اور شہادت دینے والے ہیں، انھی کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بھڑکتی آگ میں رہنے والے ہیں۔“

صدیق وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان، عمل صالح، علم نافع اور یقین صادق کے مراتب کو مکمل کر لیا۔ شہید وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلے کو غالب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، اپنے جان و مال کو خرچ کیا اور قتل ہو گئے۔ اہل جہنم وہ کفار ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

(سورة الحديد، آیت 20)

﴿اَعْمُوا اَمْمًا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بِنَكُومْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاُمُوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَشِلٌ غَيْرِهِ أَجْبَرَ الْكُفَّارَ نَبَّأْتُهُ ثُمَّ يَهِيُّجُ فَتَرَاهُ مُضْفَرًا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ قُوْمٌ مِنَ النَّاسِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ﴾

### الْغُرُورُ

”جان لو کہے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بنا و سنگھار ہے اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھجتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چوراہن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

(سورة الحديد، آیت 21)

﴿سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٌ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاوَاتِ الْأَرْضُ أَعْدَثَ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذُلْكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتَيْهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

”اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 22)

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذُلْكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾

”کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

سورت کی ابتدا سے جہاد میں مال و جان خرچ کرنے کی تاکید آرہی ہے، چونکہ اس راہ میں کئی طرح کی جسمانی و ذہنی اور مالی و جانی مصیبتوں پیش آتی ہیں، مثلاً بھوک، پیاس، فقر، خوف، غم، تھکاوٹ، بیماری، زخم، چوت، گرفتاری اور قتل وغیرہ، اس لیے آدمی جہاد پر جانے سے گریز کرتا ہے اور اپنے آپ کو ان مصیبتوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر جہاد کے لیے چلا جائے تو ان مصائب کے پیش آنے پر پریشان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مالی یا جانی مصیبت تھیں پیش آنی ہے وہ ہر حال میں آکر رہے گی، تم اس سے بچنے کی جتنی بھی کوشش کرلو اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ ہر آنے والی مصیبتوں کی راحت اللہ تعالیٰ نے اس کے پیدا کرنے اور تمہاری جانوں کو پیدا کرنے، بلکہ زمین کو پیدا کرنے سے بھی پہلے ایک کتاب میں لکھ دی ہے، کسی کی طاقت نہیں کہ اس لکھے ہوئے کو مٹا دے یا بدلتے۔

(سورة الحديد، آیت 23)

﴿إِنَّكَ لَا تُسْوِي أَعْنَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرُّ حُوايْمًا آتَاهُمْ وَاللَّهُ لَا يُجِبُ كُلُّ فُحْشَاتٍ إِلَّا فَحْوُرٌ﴾

”تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبیر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔“

جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، خواہ ملے کے بعد چلی جائے یا مل ہی نہ سکے، اس پر تم غم نہ کرو اور اللہ تعالیٰ تمھیں جو کچھ دے اس پر پھول نہ جاؤ، کیونکہ جب تم جان لو گے کہ ہر چیز اللہ کی تقدير میں لکھی ہوئی ہے تو ہاتھ سے نکلنے والی چیز پر تم زیادہ غمگین نہیں ہو گے اور ملے والی چیز پر اڑاؤ گے نہیں، کیونکہ جسے معلوم ہو کہ جانے والی چیز نے جانا ہی تھا تو وہ اس کے جانے پر زیادہ جزع فرع نہیں کرتا، اس لیے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو اس کے لیے تیار رکھتا ہے۔ اسی طرح جب اسے معلوم ہو کہ جو فائدہ اسے حاصل ہونا ہے وہ ہونا ہی ہونا ہے، ممکن ہی نہیں کہ حاصل نہ ہو تو وہ اس کے حاصل ہونے پر اترائے گا نہیں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میری بہادری سے حاصل نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ آدمی اللہ کی تقدير سمجھ کر نقصان پر صبر کرے گا اور فائدے پر اپنی خوبی سمجھنے کے، جائے اللہ کا شکر کرے گا۔

اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ کسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے آدمی کو کوشش بھی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوشش کے بعد اگر ناکامی ہو تو غم نہیں بلکہ صبر کرنا چاہیے اور کامیابی کی صورت میں فخر و غرور نہیں بلکہ شکر بجالانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو تقدیر پر ایمان کا فائدہ قرار دیا ہے اور اسی عقیدہ پر کار بندہ کرزندگی میں اعتدال رہتا ہے اور آدمی افراط و تفریط سے محفوظ رہتا ہے۔

(سورة الحديد، آیت 24)

﴿الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ فِيْ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾

”وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پرواہ ہے، بہت تعریفون  
”والا ہے۔“

جو شخص اتنی نصیحت سن کر بھی جہاد میں خرچ کرنے سے منہ موڑے اور سمجھے کہ اس کے خرچ نہ کرنے سے اسلام اور مسلمانوں کا کوئی نقصان ہو جائے گا تو اس کا یہ خیال باطل ہے، کیونکہ آسمان و زمین کے تمام خزانوں کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے (جیسا کہ پچھلے فائدے میں گزرا) اور غنی وہ اکیلا ہی ہے، دوسرے سب اس کے محتاج ہیں، جو کوئی بھی خرچ کرتا ہے اس کے دیے میں سے خرچ کرتا ہے اور اپنے فائدے کے لیے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے خرچ کرنے سے بے نیاز ہے۔

(سورة الحديد، آیت 25)

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا إِلَيْبِنَاتٍ وَأَنَّرْلَنَا مَعْهُمُ الْكِتَابَ وَالْبَيْزَانَ لِيَقُولَمُ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنَّرْلَنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُمَّ مَنْ يَنْصُرُ فُوْرُسُلَهُ بِالْغَيْرِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

” بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتار جس میں سخت لڑائی (کاسامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

کفار اور اہل کتاب کو جب بدر اور دوسرے مقامات پر شکستوں پر شکستیں ہوئیں تو انہوں نے پروپیگنڈا شروع کر دیا جو آج تک جاری ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور اسلام اللہ کا دین کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان کے نزدیک توسیب سے بڑی نیکی جنگ اور خون ریزی ہے، بھلا اللہ کے رسولوں اور اس کے نیک بندوں کا خون ریزی سے کیا تعقیل؟ وہ تو امن و سلامتی والے ہوتے ہیں اور دنیا کے دھندوں سے الگ تحملگ رہبانیت کی زندگی بس کرتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں تین باتیں واضح فرمائیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے انھیں واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمائی، تاکہ لوگ راہ راست پر چل سکیں اور باہمی معاملات میں عدل و انصاف پر قائم رہیں۔ دوسری یہ کہ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ ظلم و جور کا خاتمہ کیا جائے، جو قوت و سلطنت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب و میزان کے ساتھ لوہا اتارا، جس میں دوسرے بے شمار فائدوں کے ساتھ یہ فائدہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے جہاد ہوتا ہے، جس کے ساتھ عدل و انصاف قائم ہوتا ہے اور ایمان والوں کا امتحان ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کی مدد کرنے والے مومن کون ہیں اور اس سے جان چھپرانے والے منافق کون ہیں۔ تیسرا بات یہ فرمائی کہ نوح اور ابراہیم علیہما السلام اور ان کی اولاد میں جتنے رسول آئے سب کا مقصد حق اور عدل کا قیام ہی تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی انھی کے طریقے پر تھے، یہود کی سنگ دلی کے مقابلے میں ان کے پیروکاروں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر رافت و رحمت رکھی تھی۔ اس زمی کا بہانہ بنانے کر ان کے بعض نام لیا اور نے رہبانیت اختیار کی اور جہاد چھوڑ دیا، حالانکہ یہ ان کی اپنی ایجاد کردہ بدعت تھی، اللہ کا حکم ہرگز نہ تھا۔ مسلمانوں میں ترکِ جہاد کا باعث بھی نصرانیوں کی تقلید میں یہی رہبانیت بنی۔

(سورة الحديد، آیت 26)

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ بِفِنْهُمْ مُهَتَّلِّينَ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسْقُونَ﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور ان میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔“

(سورة الحديد، آیت 27)

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثارِهِمْ بِرُسْلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَا هُنَّ الْأُنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا دُرَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْمَةً أَنِيهَّةً إِبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْهِمْ إِلَّا بِتِغْيَابٍ رُضُوانِ اللَّهُ فَمَارَعَهَا حَقَّ رِعَايَتِهِنَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسْقُونَ﴾

”پھر ہم نے ان کے نقش قدم پر پے درپے اپنے رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اسے انجلیل دی اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جھخوں نے اس کی بیرونی کی نرمی اور مہربانی رکھ دی اور دنیا سے کنارہ کشی تو انھوں نے خود ہی ایجاد کر لی، ہم نے اسے ان پر نہیں لکھا تھا مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے (انھوں نے یہ کام کیا) پھر انھوں نے اس کا خیال نہ رکھا جیسے اس کا خیال رکھنے کا حق تھا، تو ہم نے ان لوگوں کو جوان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔“

رہبانیت اختیار کرنے والوں کی دو طرح سے مذمت فرمائی، ایک یہ کہ انھوں نے دین میں وہ بات ایجاد کی جس کا انھیں اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ انھوں نے رہبانیت ایجاد کر کے اپنے آپ پر ترک دنیا کی جو پابندیاں عائد کی تھیں انھیں اس طرح نہ بجا سکے جس طرح بجانے کا حق تھا۔ ہمارے شیخ محمد عبدہ لکھتے ہیں: ”یعنی انھوں نے دو جرم کیے، ایک رہبانیت (درویشی) کو دین کا جزو لاینیک قرار دے لیا اور پھر اس درویشی کے حقوق و آداب کی بھی غمہداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ انھوں نے ابتداء میں توحید اور درویشی کو ایک ساتھ بجانے کی کوشش کی، لیکن مسیح علیہ السلام کے تیسری صدی بعد سے اپنے بادشاہوں کے ہبکانے میں آگئے اور متاثلیت کے چکر میں پھنس کر توحید کو چھوڑ دیا، پھر درویشی تو در کنارا صل ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ درویشی کو جاہ و ریاست طلبی کا ذریعہ بنالیا اور باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے لگے۔ الغرض جہاد کے فریضہ کو چھوڑ کر تصوف کی رسوم اختیار کرنا ہی رہبانیت ہے، جس کی قرآن نے مذمت کی ہے اور پھر درویشی یادیں پیشوائی کو (اللہ کی رضا کے بجائے) جاہ و ریاست اور دنیا طلبی کا ذریعہ بنانا تو ناقابل عنوان گناہ ہے، جو یہود و نصاریٰ میں عام و باکی شکل اختیار کر گیا تھا۔“ (اشرف الحواشی) شاہ عبد القادر فرماتے ہیں: ”یہ فقیری اور تارک دنیا بنا نے نصاراتی نے رسم نکالی، جگل میں تکیہ لگا کر بیٹھتے، نہ بیوی رکھتے نہ اولاد، نہ کماتے نہ جوڑتے، محض عبادت میں رہتے، خلق سے نہ ملتے۔ اللہ نے بندوں پر یہ حکم نہیں رکھا، مگر جب اپنے اوپر نام رکھا ترک دنیا کا، پھر اس پر دے میں دنیا چاہنی بڑا بال ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 28)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ قَوَ اللَّهَ وَآمَنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتُكُمْ كَفَلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلُ لَكُمْ نُورًا أَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرنا اور اس کے رسول پر ایمان لاو، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دو ہر ا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

(سورة الحديد، آیت 29)

﴿لَئِلَّا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتُهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

”تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

(سورة نساء، آیت 01)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي  
تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْضَ حَامِيَةٌ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَّحِيمًا﴾

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مردار اور عورتیں پھیلادیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتؤں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا تگہبیان ہے۔“

(سورة آل عمران، آیت 03)

﴿وَإِنْ خَفَتْمُ الْأَنْقَاصُ طَوَافِي الْيَتَامَى فَإِنْ كَعُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَشْتَهَى وَثُلَاثَةٌ وَرَبِاعٌ فَإِنْ خَفَتْمُ الْأَنْقَاصُ لَعْبُلُوا فَوْا حَدَّةً أَوْ مَا  
مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَلَيَكُ أَنْذَنَى الْأَنْقَاصُ﴾

”اور اگر تم ڈرو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دودو سے اور تین تین سے اور چار چار سے، پھر اگر تم ڈرو کہ عدل نہیں کرو گے تو ایک بیوی سے، یا جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں (یعنی لوٹیاں)۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ تم انساف سے نہ ہٹو۔“

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ عروہ بن زیر رحمہ اللہ کے ایک سوال کے جواب میں امام المومنین عاشر رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”بعض یتیم لڑکیاں کچھ لوگوں کی پروردش میں ہوتیں، وہ ان لڑکیوں کے مال اور جمال کی وجہ سے ان سے نکاح کر لیتے، لیکن انھیں اپنے گھر کی لڑکیاں سمجھ کر پرانے گھر کی لڑکیوں جیسا نہ تو مہر دیتے اور نہ ان کے حقوق پوری طرح ادا کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا کہ اگر تم یتیم لڑکیوں سے ان کے مہر اور نفقات میں انصاف نہیں کر سکتے تو ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے، جو تمھیں پسند ہوں، نکاح کرلو۔“ ]  
بخاری]

(سورة نساء، آیت 04)

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صُدُّقَاتِهِنَّ بِمُحْلَّةٍ إِن طُبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هُنَيْئًا مَّرِيًّا﴾

” اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی جیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو اسے کھالو، اس حال میں کہ مزے دار، خوشگوار ہے۔“

جاہلیت میں عورتوں کا مہر لوگ خود لے لیتے اور انھیں کچھ بھی نہیں دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ عورتوں کو ان کا مہر خوش دلی سے دو، پھر اگر کوئی عورت خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ یا سارا شوہر کو دے دے تو وہ خادمند کے لیے جائز ہے اور خوش دلی سے کھا سکتا ہے، لیکن اگر عورت شوہر کی بد اخلاقی یا برے بر تاؤ کی وجہ سے معاف کرے اور شوہر قبول کرے تو یہ اس آیت کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر دھوکا دے کر مہر معاف کروالے، پھر طلاق دے دے تو وہ بھی جائز نہیں ہو گا، بلکہ مہر دینا پڑے گا، کیونکہ وہ خوش دلی کے خلاف ہے۔

(سورة نساء، آیت 15)

وَاللَّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ ذَنْبِ اِنْ شَهِدُوا وَأَفْمَسِكُو هُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَوْمَ الْمَوْتُ  
أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا

”اور تمہاری عورتوں میں سے جو بد کاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو انھیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انھیں موت اٹھا لے جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ بنادے۔“

پہلی آیت میں زناکار عورتوں کی سزا بیان کی کہ زنا شہادت سے ثابت ہو جائے تو انھیں تاعمر گھر میں محبوس رکھا جائے، یہاں تک کہ وہ مر جائیں، یا اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی دوسری سزا ناصل فرمادے۔ اسلام میں زناکار عورتوں کے لیے یہ پہلی سزا ہے جو بعد میں حد زنا ناصل ہونے سے منسوخ ہو گئی۔

(سورة نساء، آیت ۱۹)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحْلِلْ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَمَا هُنَّ لَتَرِثُوهُنَّ لَتَذَهَّبُوا إِبْعَدُ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يُأْتِيَنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ  
وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكُرَهُوْهُنَّ وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ انھیں اس لیے روک رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا رہنمای کر دیں اور ان کے ساتھ اپنے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔“

شوہر عورتوں کو طلاق نہ دیتے بلکہ تنگ کرتے رہتے، تاکہ اگر مر جائیں تو ان کے وارث بن جائیں اور اگر طلاق لینا چاہیں تو جو کچھ انھیں دیا ہے اس میں سے کچھ واپس کر دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پہلی صورت میں اس کا حاصل یہ ہے کہ خاوند کے مر نے کے بعد اسے نکاح سے روکنا جائز نہیں، بلکہ وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور خاوند کے اولیاء اس طرح زبردستی اس کے وارث نہیں بن سکتے۔ دوسری صورت میں، یعنی جب شوہر مخاطب ہوں، تو خلاصہ یہ ہو گا کہ شوہر کے لیے جائز نہیں کہ عورت سے مہر واپس لینے کی غرض سے اسے تنگ کرتا رہے اور طلاق نہ دے، حتیٰ کہ وہ خلع پر مجبور ہو جائے۔

(سورة نساء، آیت 21)

﴿وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تُحْنِوْنَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾

”اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا رادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے لو گے۔“

(سورة نساء، آیت 22)

﴿وَلَا تَسْكُنُوا مَا نَحْنُ حَآبُأُ كُمْ مِّنَ الْبَسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاجِشَةً وَمَقْنَعًا وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

”اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، بے شک یہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور بر اراستہ ہے۔“

(سورة نساء، آیت 29)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا كُلُوا أَمْوَالَ الْكُفَّارِ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَّحِيمًا﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔“

(سورة نساء، آیت 31)

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ نَكَفِرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلُكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيمًا﴾

”اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برا بیاں دور کر دیں گے اور تمہیں باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔“

(سورة نساء، آیت 32)

﴿وَلَا تَنْهِيُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ لِّلَّهِ جَالِ نَصِيبٌ هُنَّا كُنْتَسَبُوا وَلِلْنِسَاءِ نَصِيبٌ هُمَا كُنْتَسَبُنَّ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

”اور اس چیز کی تمنا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انھوں نے محنت سے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل میں سے حصہ مانگو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جانے والا ہے۔“

(سورة نساء، آیت 33)

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيٍّ هُنَّا تَرَكُ الْوَالِدَاتِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾

”اور ہم نے اس (ترکے) میں جو والدین اور زیادہ قرابت والے چھوڑ جائیں، ہر ایک کے وارث مقرر کر دیے ہیں اور جن لوگوں کو تمہارے عہد و پیمانے باندھ رکھا ہے انھیں ان کا حصہ دو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر حاضر ہے۔“

اس آیت کریمہ کے پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کے ورثا اور رشتہ دار ہوتے ہیں، جو اس کے بعد اس کے وارث بنتے ہیں۔ آیت کے دوسرا حصے ﴿وَالَّذِينَ عَقدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے جو حلف یا معابدہ کسی کے ساتھ کیا ہوا ہے تو اس کا حصہ اسے دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب مہاجرین مدینہ آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قائم کر دیا تھا، انصاری کا وارث اس کے رشتہ داروں کے بھائے مہاجر ہوتا تھا، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيٍّ﴾ تو وہ (وارثت جو مہاجرین اور انصار کے درمیان قائم کی گئی تھی) منسوخ ہو گئی، پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ عَقدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ نصرت، اعانت اور نصیحت کی صورت میں انھیں ان کا حصہ دو، کیونکہ میراث سے ان کا تعلق ختم ہو گیا ہے، ہاں! البتہ ان کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔